مواعظِ اختر نمبر ۳۳

صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

hazratmeersahib.com

صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے　　بہ اُمیدِ نصیحت دوستو! اس کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے　　جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرتِ اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدِّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجدد دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: بروز منگل ۱۷؍ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۱؍اگست ۱۹۸۷ء

مقام: مکہ مکرمہ، سعودیہ

موضوع: عفو، عافیت اور معافات کے معنیٰ

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارہ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

ملفوظات

صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مناجات میں اتنا روتے تھے کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیہ شعر عرض کرتے تھے ؎

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے

الٰہی میں تجھ سے طلبگار تیرا

حاجی صاحب نے یہ مضمون حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی سے سیکھا ہے اللہ سے اللہ کو مانگنا، خدا سے خدا کو مانگنا مثنوی مولانا روم نے سکھایا ہے کیونکہ حاجی صاحب مثنوی کے عاشق تھے۔

حق تعالیٰ کے قرب خاص کی ایک مثال

مثنوی کی حکایت ہے کہ شاہ محمود نے ایک دفعہ اپنے ایوانِ شاہی میں دنیا کی بہت ساری نعمتیں رکھ دیں، اشرفیاں، وزارت کی کرسیاں، خوبصورت لڑکیاں سب کچھ رکھ دیا اور یہ کہا کہ جس شخص کا ہاتھ جس چیز پر پڑ جائے وہ اس کی ہے، جو جس پر ہاتھ رکھ دے وہ اسی کی ہے، اگر کسی نے خوبصورت لڑکی پر ہاتھ رکھ دیا تو اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے گا، وزارت کی کرسی پر ہاتھ رکھ دے گا تو ہم اس کو وزیر بنا دیں گے، اگر اشرفیوں پر ہاتھ رکھ دے گا تو وہ اشرفیاں اس کو ملیں گی۔ تو ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق جلدی جلدی چیزوں پر قبضہ کرلیا، اب شاہ محمود کا وفادار اور عاشق غلام ایاز اٹھا، اس نے نہ

اشرفیوں کو دیکھا نہ لڑکیوں کو دیکھا نہ وزارت کی کرسیاں دیکھیں بلکہ شاہ محمود کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھ شاہ کے کندھے پر رکھ کر کہا کہ میرا ہاتھ آپ پر ہے اور حسبِ وعدہ آج سے آپ ہمارے ہیں کیونکہ آپ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جس کا ہاتھ جس چیز پر پڑ جائے گا وہ اس کی ہو جائے گی تو میں نے آپ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ شاہ محمود نے کہا کہ تو مجھے لے کر کیا کرے گا؟ اس نے کہا کہ اگر آپ ہمارے ہو جاتے ہیں تو جتنے وزیر ہیں یہ سب میری خوشامد کریں گے، جب آپ ناراض ہو جائیں گے اور میں آپ کا مقرب رہوں گا تو یہ آپ کو خوش کرنے کے لئے میری جوتیوں پر پالش کریں گے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنے ایک شعر میں بیان فرمایا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

تو ایاز نے شاہ محمود کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بادشاہ کو لے لیا، بادشاہت کی چیزیں نہیں لیں خود شاہ کو لے لیا۔ جب سلطانِ وقت کو لے لیا تو ساری سلطنت اس کی ہو گئی تو جس نے اللہ کو حاصل کر لیا تو ساری آسمان و زمین اس کی ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

میں اللہ تعالیٰ کے مے کدہ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں لیکن جب خدا اپنی محبت سے مجھے مست کرتا ہے تو میں آسمانوں پر ناز کرتا ہوں، ستاروں پر حکومت کرتا ہوں اور فرمایا کہ۔

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد
بہ یک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ شیرازی اللہ کی محبت سے مست ہوتا ہے تو کاؤس و کے کی سلطنت کو

ایک جو کے وزن کے برابر بھی شمار میں نہیں لاتا، کاؤس و کے کی سلطنت کو حافظ شیرازی ایک جو کے عوض میں بھی خریدنے کے لئے تیار نہیں، کاؤس و کے دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو عرشِ اعظم سے آتی ہے اور جیسی جس میں صلاحیت ہو، اللہ تعالیٰ کا جس پر جو فضل ہو جائے۔

مصاحب اہل اللہ کبھی شقی نہیں ہوتے ...... ایک علم عظیم

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں حدیث کی اس روایت کو نقل فرمایا ہے کہ:

((اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَعَلَّہٗ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ نَفْحَۃٌ مِّنْھَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَآ اَبَدًا))

(الجامع الصغیر لسیوطی، ج:۱،ص:۹۵)

دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جھونکے آتے ہیں تم ان کو تلاش کرو، اگر تم ان کو پا جاؤ گے تو تم بدبخت نہیں ہو گے۔ تو یہ ہوائیں کہاں سے ملتی ہیں؟ حدیث میں زمانہ تو بتا دیا فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ لیکن اس کا مکان کہاں ہے؟ زمین کے کس حصہ پر یہ ہوائیں چلتی ہیں؟ اس کو بخاری کی اس حدیث نے بتا دیا:

((ھُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ))

(صحیح البخاری، کتابُ الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزَّ وجلَّ، ج:۲،ص:۹۴۸)

اہل اللہ کی مصاحبت میں بیٹھنے والے شقی نہیں ہوتے لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ اور فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَآ اَبَدًا دونوں میں لفظِ شقاوت موجود ہے لہٰذا ان دونوں روایات کو ملاؤ تو دو چیزیں ملانے سے تیسرا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے میرے دل میں ڈالی ہے کیونکہ میں سوچتا تھا کہ جب اللہ کے قرب کے ہوائیں آتی ہیں جن کی ایسی زبردست تاثیر ہے جس کی بدولت انسان کبھی بدبخت نہیں ہوتا لیکن اس کا کوئی مکان تو ہونا چاہیے

کہ ہم وہاں جا کر ان ہواؤں کو ڈھونڈیں، اگر زمانہ معلوم ہو اور مکان معلوم نہ ہو تو انسان کے لئے اسے تلاش کرنا کتنا مشکل ہوجائے گا، تو زمانہ تو معلوم ہوگیا کہ اس زمانہ میں ہوائیں آتی ہیں لیکن کہاں آتی ہیں اتنی بڑی دنیا میں، اتنے بڑے عالم میں، اتنی بڑی کائنات میں ہم کیسے تلاش کریں؟ اگر بخاری شریف کی یہ حدیث سامنے نہ ہوتو ہم رحمت کی ان ہواؤں کو کہاں تلاش کرتے جن کے پانے کے بعد انسان کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ تو بخاری شریف کی اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میرے قرب کی جو ہوائیں آتی ہیں وہ میرے خاص بندوں پر آتی ہیں هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ اور جگہ بھی آتی ہیں مگر حدیث میں اس ایک جگہ کو تو متعین کر دیا گیا ہے کہ اہل اللہ کی مصاحبت میں رحمت کی یہ ہوائیں آتی ہیں جو ان کی صحبت میں بیٹھنے سے مل جاتی ہیں لیکن یہ مطلب نہیں کہ انہیں کی صحبت میں آتی ہیں اور جگہیں بھی آتی ہیں۔

لذتِ قربِ الٰہی کا کوئی مثل نہیں

لیکن اہل اللہ کی مصاحبت کی برکت سے ایک تو ان ہواؤں کو سونگھنے کی، ان ہواؤں کو اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، جیسے ریڈیو کی سوئی ہوتی ہے، سوئی گھماؤ تو پاکستان کی خبریں آنا شروع ہوجاتی ہیں، سوئی اور آگے بڑھادی تو بنگلہ دیش کی خبریں آجاتی ہیں، سوئی جہاں پہنچتی ہے وہاں کی خبریں آنا شروع ہوجاتی ہیں، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو کی لہروں کو سونگھنے کی صلاحیت بنتی ہے اہل اللہ کی صحبت سے اور اس کے بعد جب صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے تو خدا کے عاشقوں کو تنہائی میں بھی ہوائیں آتی ہیں، خلوتوں میں بھی ہوائیں ملتی ہیں چنانچہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

کیوں بادِ صبا آج بہت مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زُلفِ یار ہے

یعنی آج ہواؤں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی بہت خوشبو آرہی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بوئے آں دلبر چو پراں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جب عرش سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی خوشبو اڑ کر آتی ہے تو مخلوق اس کو بیان کرنے سے حیران و قاصر ہے کیونکہ اللہ کی غیر محدود ذات کی غیر محدود لذت کو دنیا کی کوئی چیز تعبیر کر ہی نہیں سکتی:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

(سورۃ الاخلاص، آیت:۴)

جس کا کوئی کفو نہ ہو، جس کا کوئی ہم سر نہ ہو تو ایسی ذات کے قرب کی لذت کو بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس لغت نہیں ہے، اس ذات کے قرب کی لذت کو بیان کرنے سے تمام زبانیں حیران رہ جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دائمی فقیر

کعبہ شریف میں ہم لوگوں کو جو حاضری نصیب ہوئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا موقع ہے:

﴿اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ﴾

(سورۃ الفاطر، آیت:۱۵)

اس آیت سے سے ہمارا فقیر ہونا رجسٹرڈ کر دیا گیا ہے، سرکاری طور پر ہم سب کے سب اللہ کے فقیر ہیں، اللہ تعالیٰ نے اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ کو جملۂ اسمیہ سے بیان فرمایا ہے جو دوامِ فقر پر دلالت کرتا ہے کہ تم اپنے فقر کے دائرہ سے کسی وقت بھی

خروج نہیں کر سکتے۔تو جب ہم فقیر ہیں تو فقیر کو پیالہ بھی ملنا چاہئے اور فقیر کو ہدایت بھی ہونی چاہیے کہ مانگو لہٰذا فرمایا:

﴿اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ﴾

(سورۃ المومن، آیت:۶۰)

مجھ سے مانگو میں دعاؤں کو قبول کروں گا، اور دعاء کو مغز عبادت فرمایا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ نے ہم کو فقیر تو بنادیا مگر پیالہ کہاں دیا؟ تو اللہ نے ہمارے ہاتھ ایسے بنادیئے کہ دونوں ہاتھ جوڑیں اور پیالہ بنالیں، ہر وقت پیالہ تیار ہے، دعا میں ہاتھ اٹھائے اور اللہ سے پیالہ بھر والیا، اگر اللہ تعالیٰ کسی اور طرح سے ہاتھ بنادیتے جس سے پیالہ نہ بنتا تو ہم دعا کیسے مانگتے؟ لہٰذا ہمارے ہاتھ کی ساخت ایسی بنادی کہ جب چاہو پیالہ بنا کر اللہ سے مانگ لو، زندگی بھر کے لئے پیالہ تمہارے ہاتھ میں دے دیا، تمہارا پیالہ تا حیات موجود ہے جب چاہو ہاتھ اٹھالو اور ہم سے مانگ لو، سبحان اللہ! تو اللہ نے سرکاری طور پر ہمارا فقیر ہونا بھی نازل کردیا اور پیالہ بھی دے دیا کہ اب مانگو۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا کعبہ کے دروازہ پر بڑا عمدہ شعر ہے ؎

گدا خود را ترا سلطاں چوں دیدم
بدرگاہِ تو اے رحماں دویدم

اپنے کو گدا و فقیر سمجھ کر اور آپ کو اپنا سلطان سمجھ کر اپنے اپنے ملکوں سے ہم آپ کے دروازے پر حاضر ہوئے ہیں، ہم اپنی فقیری اور گدائیت پر یقین رکھتے ہوئے اور آپ کو اپنا سلطان اور مالک سمجھتے ہوئے آپ کے دروازے پر حاضر ہوئے ہیں، اے رحمٰن! تیرے دروازے پر دوڑ کے آئے ہیں، دویدم بمعنی دوڑنا ہے یعنی ہم لوگ اپنے اپنے ملکوں سے عاشقانہ و مشتاقانہ احرام

باندھے ہوئے دوڑ رہے ہیں، سعی کررہے ہیں، طواف کررہے ہیں، یہ دوڑ نا ہی تو ہے، دروازۂ کعبہ پر یہ شعر پڑھنے کا مزہ آتا ہے۔

عشقِ محبوبِ حقیقی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک قافلے میں ایک جوان شخص اپنے ملک سے آرہا تھا اور کچھ اشعار پڑھ رہا تھا، لوگ سمجھتے تھے کہ پاگل ہے، گنگنا رہا ہے، رو رہا ہے، مست ہے، نہ ٹھیک سے کھاتا ہے نہ ٹھیک سے پہنتا ہے، اس کے کپڑے بھی پھٹے ہوئے ہیں، سب نے سمجھا یہ کوئی دیوانہ ہے جو ہمارے ساتھ چل رہا ہے، جب اس کی کعبہ پر پہلی نظر پڑی تب اس نے یہ شعر پڑھا اور اپنی جان دے دی۔

چوں رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر

کہ مبادا بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

جب محبوب کی گلی میں آگئے ہو تو اب اپنی جان کو یار کے سپرد کردو، شاید دوبارہ حاضری نصیب نہ ہو۔

رجالِ غیب

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میری حاضری ہوئی تھی، ایک جماعت حالتِ احرام میں ایک کمان کی طرح نصف دائرہ بنا کر بیٹھی ہوئی تھی، ان کا ایک امیر تھا اور وہ سب کعبہ کی طرف دیکھتے تھے، ان میں سے ایک کہتا تھا کہ یَآاِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ تو سب اس کے ساتھ کہتے تھے یَآاِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ، پھر وہ کہتا تھا تُبْ عَلَیْنَآ اَجْمَعِیْنَ تو سب کہتے تھے تُبْ عَلَیْنَآ اَجْمَعِیْنَ ان کے اس انداز میں عجیب مزہ تھا، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ اچانک غائب ہوگئے تھے، میں نے ان کو بہت تلاش کیا مگر وہ کہیں نظر نہیں آئے، تو وہ رجالِ غیب میں سے

تھے، انہوں نے آدھے گھنٹے تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر ذکر کیا اور بہت عمدہ آواز سے پڑھتے تھے۔

چھوٹوں سے دعا کے لیے کہنا سنت ہے

تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ کہاں کہاں سے جمع ہو گئے، جتنے لوگ عرفات میں ہیں وہ عرفاتی بھائی بھی ہو گئے، اب ہم لوگوں کا ایک رشتہ اور ہو گیا، ہم عرفاتی بھائی بھی ہو گئے لہٰذا سب ایک دوسرے کے لئے دعا مانگیں، جو قانون کے لحاظ سے، ضابطہ کے لحاظ سے استاذ ہیں وہ شاگردوں سے بھی دعا کے لئے کہیں، شیخ بھی اپنے مریدین واحباب سے دعا کے لئے کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((اَیْ اُخَیَّ اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَآئِکَ وَلَا تَنْسَنَا))

(سنن الترمذی، ابواب الدعوات: ج ۲، ص ۱۹۶، ناشر: قدیمی کتب خانہ)

اے بھیّا! مجھ کو اپنی دعا میں شریک رکھنا، مجھ کو بھولنا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں ایسی خوشی نصیب نہیں ہوئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عمر! مجھے دعا میں یاد رکھنا، بھولنا نہیں۔ اس لئے بھائی میں تو اپنے دوستوں سے کہتا رہتا ہوں کہ مجھ کو بھی دعاؤں میں یاد رکھو، الحمد للہ میں بھی آپ کو برابر یاد رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کوئی دن ناغہ نہیں جاتا کہ جس دن میں اپنے تمام احباب کے لئے دعا نہ کرتا ہوں، اپنے لئے سعادت سمجھ کر، اپنا ایک فریضہ سمجھ کر تعلق کا حق ادا کرتا ہوں لیکن میں اپنے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ اپنی دعاؤں میں مجھ کو نہ بھولیں، ہمیشہ یاد رکھیں۔

حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ میں:

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۲۴)

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس طرح جسمانی ماں باپ کے لئے دعا سکھائی جارہی ہے کہ اے میرے رب! میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے۔ تو اس آیت کی رو سے حضرت تھانوی نے فرمایا کہ شیخ بھی روحانی مربی ہے، شیخ کے لئے دعا کرنا بھی اسی آیت سے ثابت ہے کہ اس کے لئے بھی دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے جتنے بھی شیخ و مربی ہیں سب کو درجاتِ علیاء سے نوازش فرمائیں اور ہم سب کو صاحبِ نسبت اور صاحبِ تقویٰ بنادیں اور اولیاء صدیقین میں ہم کو شامل فرمادیں۔ جب خدا سے مانگے تو اس کی صفتِ کریم کو سامنے رکھ کر مانگے تاکہ حجاب نہ پیدا ہو ورنہ شیطان ہم کو ہماری نااہلیت اور نالائقی یاد دلا کر حجاب ڈالتا ہے تاکہ یہ شرمندہ ہوجائے اور اللہ سے نہ مانگے، شیطان بے موقع شرم دلاتا ہے، شرم کی حقیقت تو وہ سامنے آنے نہیں دیتا۔

حیا کی حقیقت

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ حَقِیۡقَۃَ الۡحَیَآءِ اَنَّ مَوۡلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیۡثُ نَہَاکَ

(مرقاۃ: ج ۱، ص ۷۰)

حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نافرمانی میں نہ دیکھے۔ تو نافرمانی کے کام کرتے وقت تو شرم نہیں کرتے اور توبہ کرتے وقت کہتے ہیں کہ بار بار توبہ ٹوٹتی ہے تو توبہ کرنا بے کار ہے، جیسے غالب کا شعر ہے ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی الٰہ آباد کے بزرگ ہیں، حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے ہیں وہ فرماتے

ہیں کہ غالب نے غلط شعر کہا ہے، یہ شعر امت کو مایوس کرتا ہے، اس شعر کو اصلاح کی حاجت ہے چنانچہ فرمایا کہ میں نے اس کی اصلاح کردی، اب اللہ والے کا شعر سنو۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

مایوسی سے بچنے کا طریقہ

تو اس لئے اللہ کی صفتِ کریم کو سامنے رکھ کر دعا کریں تا کہ شیطان ہم کو مجبور نہ کرنے پائے، شیطان اللہ کی رحمت سے زیادہ ہمارے گناہوں کی عظمت کو دکھاتا ہے کہ ارے تم تو اتنے بڑے بڑے گناہ کر چکے ہو، تم کیسے بخشے جاؤ گے؟ تمہارا منہ تو اس قابل نہیں ہے کہ تم اس دربار میں حاضر ہو، تم تو

بیرون خانہ چہ کردی کہ اندرون خانہ آئی

تم نے باہر کیا کام کیا جواب خدا کے دربار کے اندر آ گئے۔

شیطان کے اس جواب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دو نام حلیم اور کریم سکھائے ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ کی جلد نمبر ۳ میں کریم کی تعریف لکھتے ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عظیم الشان محدث گذرے ہیں، جو یہیں جنۃ المعلیٰ میں دفن ہیں، آج جتنے علماء ہیں مشکوٰۃ کو اسی شرح کی مدد سے پڑھاتے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ شریف حاضر ہوئے تو جنت المعلی قبرستان گئے اور اس محدث کی قبر پر حاضر ہوئے اور اپنی کتاب میں لکھ دیا زُرْتُ قَبْرَ مُلَّا عَلِيٍّ قَارِيٍ بِمَكَّةَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی ذٰلِكَ تو اتنے بڑے محدّث ملّا علی قاری لکھتے ہیں کہ کریم کی تعریف یہ ہے جو نالائق پر کرم

کر دے۔صلوٰۃ الحاجت کے بعد کی جو دعا حدیث پاک میں ہے:

((لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ))

(سنن الترمذی، ابواب الوتر، صلاۃ الحاجۃ)

تو اس دعا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے دو اسم اَلْحَلِیْمُ اور اَلْکَرِیْمُ سکھائے ہیں کیونکہ دعا مانگتے وقت شیطان فوراً پہنچتا ہے کہ تمہارا منہ اس قابل نہیں ہے کہ اتنی بڑی نعمتیں مانگو تو شیطان مانگنے میں کمی کرا دیتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دو نام سکھائے ہیں، نمبر ۱: حلیم، نمبر ۲: کریم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دو جملے اللہ تعالیٰ کی عظمت و معرفت اور دعاؤں کی قبولیت کی امید دلانے کے لئے سکھائے ہیں کہ پہلے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر غیر اللہ کی نفی کرو، کیونکہ تم گنہگار رہو، نالائق ہو تم کو کوئی دوسرا خدا نہیں ملے گا، مجھ کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، لا الٰہ یعنی تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تمہارا ایک ہی خدا ہے جو گنہگاروں کا بھی خدا ہے اور نیکوکاروں کا بھی خدا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو

کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ یہ دو نام سکھا دیئے حلیم اور کریم لیکن پہلے لا الٰہ سے نفی کرا دی، پہلے ہی جملہ میں اللہ نے غیروں سے کاٹ کر اپنے سے جوڑ دیا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے ہم کو غیروں سے کاٹا ہے جو ان کا احسان و فضل ہے کیونکہ جب تک آدمی غیروں سے نہیں کٹتا اپنا نہیں بنتا لہٰذا پہلے یہ سکھا دیا کہ غیروں سے کٹ جاؤ، لَآ اِلٰہَ ہمارا کوئی معبود نہیں اِلَّا اللّٰہُ مگر اللہ ہے۔

حلیم کی تعریف

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد ہے اَلْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ اب رہ گیا تمہارے گناہ

توحلیم کے معنی ہے اَلَّذِیْ لَا یُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَۃِ حلیم وہ ذات ہے جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے لہٰذا تم اطمینان سے مانگو، ہم تمہیں جلدی سزا نہیں دیں گے، حلیم کے لفظ سے گناہوں کا حجاب دور ہوگیا اور پھر مجھ کو کریم بھی کہو۔

کریم کی تعریف

کریم کے معنی ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ کریم وہ ذات ہے جو بلا استحقاق، بلا صلاحیت، بلا قابلیت عطا کردے لہٰذا اب تمہیں اپنی نالائقیت کا احساس ہی نہیں رہے گا کیونکہ ہم کریم ہیں، ہم دعا مانگنا سکھارہے ہیں کہ یہ کہو کہ اے اللہ! آپ کریم ہیں اور حلیم ہیں، کریم کہلا کر آپ نے ہمارے تمام حجابات ہٹادیئے ورنہ شیطان ایسے وقت میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تمہارا منہ مانگنے کے قابل نہیں ہے تو بندہ یا تو بالکل نہیں مانگے گا یا مانگے گا تو جزوی طور پر مانگے گا، کم مانگے گا، شرما شرما کے کم مانگے گا لہٰذا کریم سکھادیا کہ دیکھو مانگنے میں اپنے اوپر نظر نہ رکھنا ورنہ تم اپنے ظرف کے مطابق مانگو گے، ہمارے کرم کی شان کے مطابق نہیں مانگو گے۔ لہٰذا اللہ کریم کہلوا کر یہ بتارہے ہیں کہ اپنے ظرف کے مطابق نہ مانگنا، اپنے ظرف کے مطابق اپنی زبان مت کھولنا، ہماری شانِ کرم کے مطابق ہم سے مانگو، میں کریم ہوں اور کریم وہ ہے جو بلا حق، بلا استحقاق اور بلا قابلیت نالائقوں پر فضل کردے۔ جو صرف لائقوں پر فضل کرتا ہے وہ کریم نہیں ہے، کریم کی تعریف یہی ہے جو نالائقوں پر فضل کردے لہٰذا جو سب سے اونچا مقام ہے اللہ سے وہ مانگو، اپنے اوپر نظر نہ کرو کہ میں اس قابل نہیں ہوں، اور اللہ کے قابل کون ہے؟ کوئی بھی نہیں ہے۔ ہم مٹی ہیں، مٹی میں کیا قابلیت ہے، اگر زمین سورج سے کہے کہ میں کیسے کہوں کہ تم مجھے چمکا دو میں تو نالائق ہوں لیکن جب سورج کی شعاعوں سے زمین چمکنے لگی تو زمین

کے چمکنے میں سورج کا ہاتھ ہے، اس زمین میں کون سی قابلیت ہے، سورج اپنی شعاعیں ڈال کر اس کو روشن کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے کرم کے آفتاب، اللہ تعالیٰ کے کرم کے سورج کے ہوتے ہوئے اپنی خامیت کیا دیکھتے ہو، اپنی خامیت کو مت دیکھو، عافیت کے ساتھ سب سے اونچا مقام مانگو۔

نبوت کے بعد سب سے اونچا مقام اولیائے صدیقین کا ہے

اور وہ مقام اولیاء صدیقین کا ہے، نبیوں کے بعد صدیقین کا درجہ ہے:

﴿مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۶۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء صدیقین بنا کر دنیا سے اٹھائے، یہ سب سے اونچا مقام ہے۔

تو ہم اپنی نالائقی کو سامنے رکھ کر کم کیوں مانگیں؟ ہم یہی کہیں گے کہ اے خدا! ہم سب کو اولیاء صدیقین کا وہ اعلیٰ مقام نصیب فرما جس کے بعد نبوت شروع ہوتی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف ہے کہ جہاں صدیقین کا سر ہوتا ہے اس کے تھوڑے سے فاصلے سے نبوت کا قدم شروع ہوتا ہے لہٰذا نبوت کے بارے میں تو ہماری زبان خاموش ہے، اور اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ اے خدا ہم کو نبی بنادو تو یہ جائز ہی نہیں ہے، گستاخی ہے بلکہ کفر ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر نبوت کے دروازہ کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تو پھر اب اس قسم کی باتیں کرنا حرام ہیں، اور پھر نبوت مانگنے سے نہیں ملتی، اس کا کسب سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، وہ بالکل موہوب چیز ہے لیکن اولیاءِ صدیقین کا مقام مانگنے کا ہے اس کو مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اس کا دروازہ کھولا ہوا ہے، نبوت کا دروازہ تو

بند کردیا مگر اولیاءِ صدیقین کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کا دروازہ کھلا ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے یہ مقام مانگو، جب اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاءِ صدیقین کے لئے قبول فرمالیں گے تو ہمارے اخلاق بھی اولیاءِ صدیقین کے ہوں گے، اللہ ہمیں انہیں کا اخلاق بھی دے دیں گے اور ان کے عقائد، ان کا ایمان، ان کا یقین بھی دے دیں گے، ویسا ہی دل بھی بنا دیں گے۔

صاحب نسبت کو حوصلہ و ہمت بھی عطا ہوتا ہے

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی ہاتھی والا کسی غریب سے دوستی کرتا ہے تو وہ غریب کہتا ہے کہ صاحب! میں آپ سے دوستی کیسے کروں؟ آپ تو جب ہاتھی پر بیٹھ کر آئیں گے تو میرے گھر کے چھوٹے سے دروازہ میں کیسے داخل ہوں گے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں راجہ ہوں، جب میں کسی کو دوست بنالیتا ہوں تو اس کا دروازہ خود ہی بڑا بنا دیتا ہوں، یہ غریب تو اپنا دروازہ بڑا نہیں بنا سکتا اور میں بغیر ہاتھی کے جا نہیں سکتا لہٰذا وہ اس غریب کا دروازہ بڑا بنا دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو اپنے لئے قبول فرماتے ہیں اس کا دل بھی بہت بڑا بنا دیتے ہیں، جو گھر بناتا ہے وہ خود جانتا ہے کہ ہمارا کتنا بڑا گھر ہونا چاہئے، ہم کو اس کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ سمجھ رہے ہو۔ جب خدا ہمارے دل کو اپنے لئے قبول کرے گا پھر ہمارا دل بنانا بھی ان ہی کا کام ہوگا، جب بادشاہ کہتا ہے کہ ہم سے دوستی کرو اور وہ غریب کہتا ہے کہ صاحب آپ تو ہاتھی پر بیٹھ کر آئیں گے اور میرا دروازہ چھوٹا سا ہے تو راجہ کہتا ہے کہ تم دوستی تو کرو پھر ہم تمہارا دروازہ بھی بڑا بنا دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو اپنے لئے قبول فرماتے ہیں اس کا دل بھی اتنا بڑا بنا دیتے ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اللہ والوں کا ظاہر تو

کمزور ہوسکتا ہے، اتنا کمزور ہوسکتا ہے کہ؎

ظاہرش را پشّۂ آرد بہ چرخ
باطنش باشد محیط ہفت چرخ

اگر ایک مچھر کاٹ لے تو پریشان ہوجاتے ہیں لیکن ان کا قلب اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ساتوں آسمان کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کے قلب سے خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تعلق کرتے ہیں تو اس کے قلب میں زمین و آسمان سے زیادہ وسعت آجاتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت، اعضاء کی سلامتی، ایمان کی سلامتی سب کچھ مانگنا چاہئے۔

صراطِ مستقیم پر استقامت کے انعامات

مگر جس نعمت کو اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمایا ہے یعنی:

﴿فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْہِمْ﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۶۹)

جن لوگوں پر اللہ نے انعام نازل فرمایا ہے یعنی صراطِ مستقیم پر استقامت کی نعمت سے نوازا ہے ہم ان کو اپنا رفیق بنائیں۔ اور اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جن لوگوں پر ہم نے انعام نازل فرمایا ہے ہم ان کو سلطنت دیں گے، بہت بڑا مکان دیں گے بلکہ منعم علیہم کو انعامِ نبوت، انعامِ صدیقیت، انعامِ شہادت اور انعامِ صالحیت عطا ہوتا ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بناتا ہے دنیا میں بھی اس کو عزت و عافیت سے رکھتا ہے اور عزت و آبرو عطا کرتا ہے، اپنے دوستوں کی ذلت کوئی گوارا نہیں کرتا، ہم انسان ہوکر اپنے دوستوں کی ذلت گوارا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی ذلت کو کیسے گوارا کرے گا۔

اولیاءِ صدیقین کا سب سے اعلیٰ درجہ مانگو

لہٰذا اولیاءِ صدیقین کا جو سب سے اعلیٰ طبقہ ہے اللہ سے وہ مانگنا چاہیے، اعلیٰ طبقہ ہوتے ہوئے ادنیٰ طبقہ مانگنا جائز نہیں ہے، سن لیجئے! اعلیٰ طبقہ کو چھوڑ کر ادنیٰ طبقہ مانگنا جائز نہیں۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائے تو اس وقت پیر چومنا جائز نہیں ہے، اس وقت یہ تواضع کرنا حرام ہے۔

دست بوسی چوں رسید از دستِ شاہ
پائے بوسی آں زماں باشد گناہ

جب بادشاہ اپنا ہاتھ دے رہا ہو کہ اسے چوم لو، اس وقت کوئی کہے کہ میں اس قابل نہیں ہوں، حقیر ہوں، میں آپ کا پیر چوموں گا تو حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اب پیر چومنا گناہ ہے کیونکہ شاہ اپنا ہاتھ دے رہا ہے لہٰذا جب اولیاءِ صدیقین کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو ہم کم درجہ کی ولایت کیوں مانگیں؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاءِ صدیقین کا مقام عطا کردے، ان کا ایمان، ان کا یقین، ان کے اخلاق بھی عطا کردے اور اسی حالت میں ہم کو دنیا سے اٹھا۔ تو ہم اللہ سے کم درجہ کیوں مانگیں جب وہ کریم اپنی صفت بیان کررہے ہیں، جب حق تعالیٰ اپنا خزانہ بتارہے ہیں تو پھر وہ بندہ نالائق ہے جو ربا کے خزانہ سے نہ مانگے۔ جو ابّا بخیل ہوتا ہے وہ اپنے بچوں کو اپنے خزانہ کے بارے میں بتاتا بھی نہیں، اپنے بچوں سے اسے الگ رکھتا ہے، بچوں کو خبر بھی نہیں کرتا، کہتا ہے کہ مرنے کے بعد خود لے لیں گے، جب تک زندگی ہے میں اس کو استعمال کروں گا، لیکن جب ابا خود اپنے خزانہ کا اعلان کرے کہ دیکھو! میرے پاس یہ دولت ہے تو بیٹوں کو مانگنا چاہیے، جب ربا اپنے خزانے بیان کررہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ

آپ کریم ہیں اب تو ہماری اہلیت کا سوال بھی نہیں ہے بلکہ ہماری اہلیت خود محتاج ہے آپ کے کرم کی۔ اس وقت کیا عمدہ شعر یاد آیا؎

داد او را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

اللہ تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ ان کی عطا سے قابلیت بھی پیدا ہوگی، اللہ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں مانگنا شرط ہے، بس یہ مانگنے کا موقع ہے، یقین سے مانگو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور دے گا ان شاء اللہ۔ اللہ کی اس سے بڑی کیا نعمت ہوگی، آپ سوچیں اللہ تعالیٰ نے اختر کی زبان سے اپنی محبت و دوستی کی راہ میں اس وقت سب سے اعلیٰ مقام بیان کروا دیا ہے کہ اس مقام کے بعد نبوت شروع ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے یہی مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء صدیقین میں شامل فرما دیجئے، ہمارا منہ تو اس قابل نہیں ہے مگر آپ کریم ہیں، ہم آپ کی صفتِ کریم کو سامنے رکھ کر یہ دعا مانگ رہے ہیں کیونکہ ہمارے اعمال واخلاق اس قابل نہیں ہیں لیکن چونکہ آپ نے بتا دیا ہے کہ کریم وہ ہے جو بلا حق اور بلا صلاحیت قابلیت دیتا ہے لہٰذا ہماری نالائقی اب آپ کی عطا کے لئے مانع نہیں ہے، ہماری نالائقی آپ کی عنایت کے لئے مانع نہیں ہے، آپ کریم ہیں لہٰذا اپنے فضل وکرم سے ہماری اصلاح فرمائیں، ہمارے نفس کا تزکیہ فرما دیجئے اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ حمیدہ سے تبدیل فرما دیجئے، اپنی ولایت کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا کر دیجئے، اپنی رضا کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب فرمایئے اور اپنی ناراضگی کو ہم سے اٹھا لیجئے۔

عفو کے معنیٰ

حدیث پاک میں عفو و عافیت اور معافات تینوں کو مانگنے کا حکم ہے لیکن عفو و عافیت اور معافات کو اگر آپ شرحِ حدیث کے اس مضمون کو سامنے

رکھ کر مانگیں گے تو مزہ آئے گا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عفو کے معنی لکھتے ہیں

مَحْوُ الذُّنُوْبِ وسِتْرُ الْعُيُوْبِ

(مرقاۃ، باب جامع الدعاء ج ۸، ص ۳۹۹)

یعنی ہمارے گناہوں کو مٹا دیجئے اور عیب کو چھپا لیجئے، ستاری کے پردہ ڈال دیجئے۔

عافیت کے معنیٰ

عافیت کے معنی ہیں

اَلسَّلَامَةُ فِي الدِّيْنِ مِنَ الْفِتْنَةِ

(مرقاۃ، باب جامع الدعاء ج ۸، ص ۳۹۹)

کہ ہمارے دین کو فتنہ سے محفوظ رکھیں یعنی اپنی ہر قسم کی نافرمانی سے، چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے ہم کو محفوظ فرما دیجئے۔

حدیث میں ہے کہ ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت عافیت ہے، مشکوٰۃ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے صدیق! اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت مانگو اور فرمایا کہ

لَمْ يُعْطَ اَحَدٌ بَعْدَ الْاِيْمَانِ خَيْرًا مِّنَ الْعَافِيَةِ

(ترمذی ج ۲، ص ۱۹۶، مرقاۃ باب جامع الدعاء، ج ۸ ص ۴۰۰)

ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ تو عفو اور عافیت اور معافات تینوں مانگنے کا حکم ہے۔

توبہ سے گناہوں کے چاروں گواہ مٹا دیئے جاتے ہیں

میں عفو اور عافیت اور معافات کی شرح عرض کر رہا ہوں کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِالْعَفْوِ مَحْوُ الذُّنُوْبِ وَ سِتْرُ الْعُيُوْبِ عفو کے معنی ہے کہ ہماری گناہوں کی ریل بالکل صاف کر دی جائے، فرشتوں کے دماغوں سے، ہمارے اعضاء کی ریل سے، زمین کی شہادتوں سے کیونکہ جب

بندہ گناہ کرتا ہے تو اس پر چار گواہ بن جاتے ہیں، جس زمین پر گناہ ہوتا ہے وہ زمین گواہ بن جاتی ہے، اس کی دلیل ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾

(سورۃ الزلزال، آیت:۴)

قیامت کے دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کیا خبریں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس پر جو اعمال ہوتے ہیں۔

دوسرا گواہ ہے ہمارے بدن کے اعضاء:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ﴾

(سورۃ یٰس، آیت:۶۵)

سورۂ یٰسین میں ہے کہ قیامت کے دن ہمارے اعضاء گواہی دیں گے تو دو گواہ ہو گئے۔ تیسرا گواہ فرشتے ہیں اور چوتھا گواہ نامہ اعمال ہے۔

حدیث میں ہے:

((إِذَا تَابَ الْعَبْدُ أَنْسَى اللهُ تَعَالَى الْحَفَظَةَ ذُنُوبَهُ، وَأَنْسَى ذَالِكَ جَوَارِحَهُ وَمَعَالِمَهُ مِنَ الْأَرْضِ، حَتَّى يَلْقَى اللهَ تَعَالَى وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللهِ بِذَنْبٍ))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات: ج۵، ص۹)

جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چاروں گواہوں سے گناہوں کے نشانات اور آثار مٹا دیتے ہیں اللہ فرشتوں کے دماغوں کی ریل بھی صاف کر دیتا ہے، ان کو بھی یاد نہیں رہتا اور جَوَارِحَهُ اس کے جن اعضاء سے گناہ ہوئے ہیں ان اعضاء کی ریل بھی صاف ہو جائے گی اور وہ قیامت کے دن گواہی نہیں دے سکیں گے۔

توبہ کی شرائط

یہ حدیث حکیم الامت نے ''التشرف فی معرفۃ احادیث

التصوف‘‘ میں بیان فرمائی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں بیان فرمائی ہے کہ جب بندہ صدق دل سے توبہ کرتا ہے مَعَ شَرَآئِطِهَا یعنی گناہ سے الگ ہو کر اور ندامتِ قلب سے اور عزم علی التقویٰ سے کہ میں آئندہ گناہ نہیں کروں گا اور اگر بندوں کا کوئی حق مارا ہے تو ان کے حقوق کی تلافی کرے، اگر وہ مر چکے ہیں تو اگر ان کا کچھ مال آپ کے ذمہ نکلتا ہے تو ان کے وارثوں تک وہ مال پہنچائے اور اگر وارثوں کا بھی کوئی پتا نہیں ہے تو ان مرحومین کے نام سے ایصالِ ثواب کر دے۔

مغفرت الٰہیہ کا ثمرہ

جب اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت کا فیصلہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے خصوم کو بھی، ہمارے فریقوں کو بھی راضی فرما دیں گے۔ محدثین لکھتے ہیں:

((اِذَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْ عَبْدِهٖ اَرْضٰی عَنْهُ خُصُوْمَهٗ، وَرَدَّ مَظَالِمَهٗ))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، باب الاستغفار والتوبۃ، ج۸، ص۱۷۰)

اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے راضی ہوتا ہے تو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے فریقوں کو بھی قیامت کے دن راضی کر دے گا۔ یعنی اگر اس سے کسی پر ظلم ہو گیا ہو اور وہ قیامت کے دن اللہ سے جو سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے خزانے سے ادا فرما دیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے مظالم کے بدلہ کو اپنے خزانۂ خاص سے خود ادا کر دیں گے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور مرقاۃ میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ایک شخص نے سو آدمیوں کو قتل کیا، مرتے وقت اللہ سے معافی مانگی لیکن مقتولوں کے وارثین سے نہ تو معافی مانگی نہ دیت ادا کی تو اس کی مغفرت کیوں ہو گئی؟ اس کا جواب یہ دیا کہ اِذَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْ عَبْدِهٖ اَرْضٰی عَنْهُ خُصُوْمَهٗ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے راضی ہو کر اس کی توبہ قبول کرتے ہیں تو اس کے تمام

فریقوں کو راضی کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ اس لئے اختر نے ایک دعا بھی بنادی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَتَکَفَّلْ بِرِضَا خُصُوْمِنَا اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرمادیجیے اور ہمارے فریقوں کو بھی قیامت کے دن راضی کر دینا۔ مگر جہاں تک ممکن ہوسکے بندوں سے اتنی معافی تلافی تو کرلو۔ تو یہ چاروں گواہ ہیں جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان تمام گناہوں کے آثار مٹادیں گے، بغیر واسطہ ملک، اَنْسَی اللّٰہُ، اللہ خود بھلا دے گا، فرشتوں کو یہ نہیں فرمائیں گے کہ تم مٹادو۔

پردۂ ستّاریت

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو فرشتوں سے نہیں مٹواتے ہیں، توبہ کے بعد خود مٹادیتے ہیں، اِذَا تَابَ الْعَبْدُ جب بندہ نے توبہ کرلی تو اَنْسَی اللّٰہُ تَعَالٰی الْحَفَظَۃَ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے بھلادے گا جَوَارِحَہٗ اوران کے اعضاء سے بھی بھلادے گا وَمَعَالِمَہٗ مِنَ الْاَرْضِ جس زمین پر گناہ ہوا ہے اس زمین سے بھی مٹادیں گے۔ اور اللہ خود کیوں مٹاتے ہیں؟ فرشتوں سے کیوں نہیں مٹواتے؟ تاکہ قیامت کے دن فرشتے ہمارے بندوں کو طعنہ نہ دیں کہ تم تو گنہگار تھے ہم نے تمہارے گناہوں کو مٹایا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا واسطہ استعمال نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی آبرو رکھ لی۔ جیسے ہر باپ یہ چاہتا ہے کہ میرے بیٹوں کی آبرو کو نقصان نہ پہنچے، تو یہ حق تعالیٰ کی انتہائی محبت وشفقت ہے، اسی لئے ہمارے اوپر فرشتوں کا احسان نہیں رکھا، توبہ کی برکت سے ہمارے سب گناہوں کو براہِ راست مٹادیا۔ اس کی وجہ حضرت حکیم الامت نے یہ لکھی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آبرو رکھ لی ورنہ فرشتے قیامت کے دن طعنہ دے سکتے تھے تم تو نالائق تھے۔ تو یہ ہیں عفو کے معنی یعنی مَحْوُ الذُّنُوْبِ وَ سِتْرُ الْعُیُوْبِ گناہ معاف ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ اس پر ستّاری کا پردہ ڈال دیں۔

اور عافیت سے کیا مراد ہے؟ ملّا علی قاری فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِالْعَافِیَۃِ السَّلَامَۃُ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ وَالسَّلَامَۃُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَۃِ عافیت سے کیا مراد ہے کہ ہمارا دین ہر قسم کے فتنوں سے سلامت رہے، عقائد کا فتنہ، اعمال کا فتنہ، بدعت کا فتنہ، چھوٹے بڑے گناہوں کے فتنے، بدنظری، غیبت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ اَلْمُرَادُ بِالْعَافِیَۃِ السَّلَامَۃُ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ دین سلامت رہے فتنوں سے اور وَالسَّلَامَۃُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَۃِ اللہ ہمارے جسم کو بری بری بیماریوں مثلاً فالج، لقوہ سے محفوظ رکھے۔ دیکھو! اکثر خبریں آتی ہیں کہ آخر عمر میں فالج ہوگیا، اب بستر پر پڑے پڑے پاخانہ ہورہا ہے، کسی کو کینسر ہورہا ہے، کسی کو لقوہ ہورہا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام بری بیماریوں سے ہم سب کو محفوظ رکھے وَالسَّلَامَۃُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ وَالْمِحْنَۃِ اور مشقت والی زندگی سے بھی بچائے۔

معافات کے معنیٰ

اب معافات کیا ہے؟ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے معافات کے دو معانی بیان کئے ہیں

اَنْ یُّعَافِیَكَ اللّٰہُ مِنَ النَّاسِ وَیُعَافِیَھُمْ مِّنْكَ

(مرقاۃ: باب المشی بالجنازہ، ج ۵، ص ۳۹۹)

معافات کے معانی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کے ظلم سے محفوظ رکھے اور تیرے ظلم سے اپنی مخلوق کو بھی محفوظ رکھے۔ یہ ہے معافات، تو عفو و عافیت و معافات تینوں کی شرح ہوگئی، الحمدللہ۔

پورے وعظ کا حاصل

میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے کعبہ شریف میں مانگ لو کہ

اے خدا! ہم سب کو اولیاء صدیقین میں شامل فرمادے کیونکہ نبوت کے بعد سب سے بڑا درجہ اولیاء صدیقین کا ہے۔ اب رہ گئی ہماری نالائقی تو یا حلیم یا کریم کہہ کر اللہ سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ الحاجت کی نماز کے بعد کی دعا میں نبی پاک ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ دو اسماء بیان کرادیئے حلیم اور کریم، حلیم کی تعریف ہے

اَلَّذِیْ لَا یُعَجِّلُ بِالْعُقُوْبَةِ

(مرقاۃ باب اسماء اللہ تعالیٰ ج ۸، ص ۵۰)

جو سزا دینے میں جلدی نہ کرے، اور کریم کی تعریف ہے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ جو بلا استحقاق نالائقوں پر بھی فضل کردے لہٰذا اب آپ کے گناہ اللہ کی عطا کے لئے دعا مانگنے میں مانع نہیں ہوسکتے،، جب آپ کہیں گے کہ اے اللہ آپ حلیم ہیں لہٰذا مجھ مستحقِ سزا پر آپ سزا نازل نہ فرمائیں بلکہ آپ کریم ہیں تو ہم نالائقوں پر فضل کردیں یعنی ہم کو اپنا ولی بنادیں، اولیاء الصدیقین میں شامل فرمادیں۔ جب ہمارے قلوب اور ارواح اولیاء صدیقین کے لئے قبول ہوجائیں گی تو ان کے اخلاق و اعمال بھی نصیب ہوجائیں گے۔ جب ہاتھی والا کسی سے دوستی و محبت کرتا ہے تو اس کا دروازہ بھی ہاتھی کے سائز کا بنادیتا ہے۔ بادشاہ لوگ خود ہاتھی پر چلتے تھے اور جب کسی غریب سے دوستی کرتے تھے تو اس کا گھر بھی ویسا ہی بڑا بنادیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ جب کسی کے قلب کو اپنی ولایت و دوستی کے لئے قبول فرمائیں گے تو اس کا دل بھی ویسا ہی بنادیں گے، اس کے حوصلے بھی ویسے ہی بلند فرمادیتے ہیں کہ سارا عالم ان کو نہیں خرید سکتا، جو ستاروں سے بکتا ہے وہ صاحبِ خورشید ہرگز نہیں ہوسکتا، ہم اس کو آفتاب کا دوست کیسے تسلیم کرلیں، جو ستاروں سے بکتا ہے، جو مال وجاہ سے بک جائے وہ مولوی نہیں ہے، مولی صاحب ہے، گاجر مولی ہے، مولوی تو مولیٰ والا ہے جو اللہ کا مصاحب ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق عطا ہوگا، وہ سلاطین کو بھی خاطر میں

نہیں لاتا۔ دیکھو! حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں ؎

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد

بیک جو مملکت کاؤس و کے را

جب حافظ خدا تعالیٰ کی محبت میں مست ہوتا ہے تو ایران کی کاؤس و کے کی سلطنت کو ایک جَو کے بدلہ میں بھی خریدنے کو تیار نہیں ہوتا۔ دوستو! اس کو کہتے ہیں اللہ والا! آج ہمارے اندر یہی کمی ہے ورنہ واللہ آج علماء کی اتنی عزت ہوتی کہ دنیا دار ہماری جوتیاں اٹھائے اٹھائے پھرتے مگر ہم نے اپنے اخلاق کی خرابی سے نسبت مع اللہ کا اعلیٰ مقام نہیں پایا ورنہ اللہ کے عاشق کی گفتگو سے عشق ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت عطا کردی ہے وہ چھپائے بھی تو نہیں چھپ سکتی۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی اللہ والا اپنے مکان کی تیسری کوٹھڑی میں بھی چھپ کر رو رہا ہے، حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے اور تعلق مع اللہ کی دولت اس کے سینہ میں ہے تو اللہ اس کی خوشبو سارے عالم میں پھیلا دیتے ہیں۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

جمال اُس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن

گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

بس دعا کر لیجیے کہ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنے اولیائے صدیقین میں شامل فرمالے، دونوں حرم کے تجلیات کے انعامات، ثمرات اور برکات سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو باوجود ہماری نااہلیت کے مالا مال فرمادیں۔ یا رب العالمین! یا ارحم الراحمین! بِهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اس بلد امین کے صدقہ میں اور حرمِ کعبہ کے صدقے میں ؎

دست بکشا جانب زنبیل ما

ہماری زنبیلوں کی طرف دستِ کرم بڑھایئے اور ہم سب کو اولیائے صدیقین میں شامل فرمالیجیے اور ہماری دنیا و آخرت کی تمام حاجتیں پوری فرمایئے۔ اپنے فضل و کرم سے ہمارے گھر والوں کو، ہمارے دوست احباب سب کو صاحبِ نسبت بنا دیجیے، سب کو اولیائے صدیقین میں شامل فرمایئے اور دونوں حرم کے حقوق ادا کرنے کے لئے اپنی مرضی کے مطابق ہم سب کو توفیقات سے نوازش فرمایئے اور ہماری نالائقیوں اور کوتاہیوں پر نظر نہ فرمایئے کیونکہ آپ کریم ہیں، اور کریم کی تعریف ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو جنت المعلیٰ میں مدفون ہیں اور اے خدا! آپ کے نبی کی امت کے عظیم الشان محدّث ہیں، انہوں نے آپ کے نام کی جو تعریف کی ہے کہ اَلَّذِیۡ یُعۡطِیۡ بِدُوۡنِ الۡاِسۡتِحۡقَاقِ بلا استحقاق جو نالائقوں پر فضل کردے، ہم آپ کے کرم کو اسی کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہماری نالائقیوں اور نااہلیتوں کے باوجود اپنے افضال و الطاف سے ہم سب کو نوازش فرمایئے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اولیائے صدیقین کا آخری سے آخری منتہائے مقام نوازش فرمادیجئے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّاۤ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَتُبۡ عَلَیۡنَاۤ
اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ
بِرَحۡمَتِکَ یَاۤ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ

ملفوظات

عشقِ الٰہی کا تقاضا

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ حضور ریاست رامپور کے نواب صاحب نے آپ کو یاد فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر شاہ صاحب میرے گھر پر آجائیں تو میں انہیں ایک

لاکھ روپے کا نذرانہ پیش کروں گا اور خانقاہ کا خرچہ خوب آرام سے چلے گا۔ اس وقت شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کی محبت پر تقریر فرما رہے تھے، انہوں نے فرمایا کہ مولوی صاحب لاکھ روپے پر ڈالو خاک اور جو میں حق تعالیٰ کی محبت کی باتیں سنا رہا ہوں وہ سنو، پھر یہ شعر پڑھا تھا ؎

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ بس ایک نظر میں ولی اللہ بنا دو، جس کو دیکھو اپنے شیخ سے یہی کہتا ہے کہ ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمِ بہ ما کنند

مگر ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک نظر میں خاک کیمیا نہیں بنتی، جو بنا دیتے ہیں تو وہ نظر ان کے اختیار میں نہیں ہوتی اللہ کا فضل ہوتا ہے۔

حصولِ نسبت کا سب سے اقرب راستہ

اور عادت اللہ یہی ہے کہ بہت دن تک شیخ کے دروازہ پر پڑے رہنے سے وہ دروازہ کھلتا ہے ؎

کیمیا ایست عجب بندگیٔ پیر مغاں
خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

یعنی ایک زمانے تک ان کے دروازے کی خاک بن کے رہو تب یہ درجات عطا ہوں گے۔ تو شیخ کے پاس ایک زمانہ رہنا پڑتا ہے اور اس سے عقیدت و اخلاص و محبت کا تعلق رکھنا ہوتا ہے، اپنے نفس کو مٹانا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کا اس سے اقرب راستہ کوئی اور نہیں ہے۔ صحبت اہل اللہ سب سے اقرب راستہ ہے کیونکہ اس میں نفس جلدی مٹتا ہے، ایک بندہ اللہ کے لئے دوسرے بندہ کا غلام بنتا ہے تو یہ معمولی بات نہیں ہے، اس میں نفس کے بڑے آرے چلتے ہیں۔

حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الہ آباد میں حکیم الامت کے بڑے خلفاء میں سے تھے، وہ فرماتے تھے کہ اس میں نفس کچل جاتا ہے، اس لئے آدمی شیخ بناتے ہوئے ڈرتا ہے اور بعض لوگ شیخ کے پاس بھی بیٹھنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ڈانٹ نہ دے لیکن جس کار میں ڈینٹ ہو تو اس پر ہتھوڑا تو لگانا ہی پڑتا ہے، ڈانٹ سے ڈینٹ والی کاروں کا ڈینٹ دور ہوتا ہے، ایسے ہی نفس کی کار میں بھی گناہوں کے تصادم سے جو ڈینٹ آیا ہے وہ شیخ کی ڈانٹ سے درست ہو جاتا ہے۔

شیخ کی محبت دعا کرنے سے ملتی ہے

بہر حال یہ کعبہ ہے، یہاں یہ بھی مانگ لو کہ یا اللہ! ہمارے جو دینی مرشدین ہیں آپ کے نزدیک ان سے جیسی محبت مطلوب ہو ہمیں ویسی محبت عطا کر دیجئے، شیخ کی محبت خدا سے مانگنے سے ملتی ہے۔

دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ کر بتا دیا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ))

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جآء فی عقدۃ التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں اور آپ کے عاشقوں کی محبت بھی مانگتے ہیں اور اس عمل کی محبت بھی مانگتے ہیں جو آپ کی محبت تک پہنچاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو، بس مانگتے ہی رہو، ہاتھ پھیلا کر فقیروں کی طرح خوب مانگو کیونکہ تم ان کے رجسٹرڈ فقیر ہو، اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللہِ بھئی! ہماری فقیری رجسٹرڈ ہے۔